بعد از موت نماز و روزہ کے فدیہ کے تفصیلی احکام

تفاسیر الاحکام لفدیۃ الصلوٰۃ والصیام

۱۳۱۶ھ

تصنیف لطیف :

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمہ

تفاسیر الاحکام لفدیۃ الصلٰوۃ والصیام

۱۳۱۶ھ

(بعد از موت نماز و روزہ کے فدیہ کے تفصیلی احکام)

Dar ul-Tahkik Arshadia

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما

مسئلہ ۲۳۶ تا ۲۴۷ از پٹنہ محلہ لودی کٹرہ مرسلہ قاضی محمد عبدالوحید صاحب فردوسی ۱۰ صفر ۱۳۱۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العالمین کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں:

(۱) موتی کے روزہ کا فدیہ جو فقہ کی کتابوں میں نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو لکھا ہے، اس وزن کی تطبیق اس ہندوستان کے کس وزن کے برابر کی گئی ہے، کتبِ فقہ میں جو فی روزہ دو سیر گیہوں یا چار سیر جو لکھا ہے وہ بیس گنڈے کے حساب سے ہے یا انیس گنڈے کے؟ غرض پٹنہ ضلع میں اگر کوئی شخص فدیہ دینا چاہے تو وہ کس وزن سے فی روزہ دے گا؟

(۲) چاول کا حساب کس چیز میں ہوگا گیہوں یا جو میں؟ یعنی فی روزہ چاول مثل گیہوں کے ۲ ثار یا مثل جو کے ۴ ثار دیا جائے گا؟ اور اگر چاول دیا جاسکتا ہے تو کل اقسام کے چاول ایک ہی حساب میں ہیں یا باسمتی، سیلہا، جو شاندہ مثل گیہوں کے اور موٹا چاول مثل جو کے ہے؟

(۳) دھان مثل جَو کے فی روزہ ۴ ثار دے سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) فدیہ روزہ کا اگر کسی کے ذمہ بہت سا باقی ہے تو وہ کل بیک دفعہ بیک وقت ادا کرے یا بدفعات جزء جزء کرکے دے سکتا ہے مثلاً زید متوفی کے ذمہ ۳۰ روزوں کا فدیہ باقی ہے تو یہ ۶۰ ثار گیہوں بیک دفعہ بیک وقت دینا چاہئے یا ایک ایک دو دو کرکے ادا کردینے کا مجاز ہے کہ نہیں؟ اس میں ایک صورت یہ بھی نکلتی ہے کہ اگر زید کے ذمہ ایک ہی روزہ کا فدیہ باقی رہے تو وہ اس دو سیر گیہوں کو پاؤ پاؤ کرکے ۸ دفعہ یا آدھ آدھ سیر کرکے ۴ دفعہ دے سکتا ہے یا نہیں؟

(۵) متعدد روزوں کا فدیہ کل ایک ہی دن ایک شخص کو دے سکتے ہیں یا روز روز دوسرے دوسرے کو دینا چاہئے؟ مثلاً زید متوفی کے ذمہ دس روزوں کا فدیہ چاہئے تھا اگر یہ ادا کیا جائے تو کل ایک ہی شخص کو ایک ہی دن بیک وقت بیک دفعہ دے دے یا ایک ہی آدمی کو دس روز پیہم دے یا ایک ہی دن میں دس آدمیوں کو دے دے یا دس روز کرکے دوسرے دوسرے کو دے۔ اس کی چار شکلیں نکلیں، وھو ھذا:

شکل اول: ایک ہی دن ایک شخص کو کل دسوں روزوں کا بیک دفعہ بیک وقت دیا جائے۔

شکل دوم: ایک ہی آدمی کو دس روزوں تک برابر دیا جائے۔

شکل سوم: ایک ہی دن میں دس آدمیوں کو دیا جائے۔

شکل چہارم: دس روز کرکے دس آدمیوں کو دیا جائے —— یہ چاروں شکلیں جائز ہیں یا نہیں؟

(۶) اس کے مستحق کون کون اشخاص ہیں؟ سید کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اقربا میں جو لوگ غریب ہیں ان کو دینے کا حکم ہے یا نہیں؟ گھر کے نوکر چاکر کو اگر دیں اور مشاہرہ یا کھانے میں وضع نہ کریں تو جائز ہے یا نہیں؟

(۷) غلہ دینا بہتر ہے یا اس کی قیمت باندھ کر جو اس زمانہ میں نرخ بازار ہو، کون زیادہ مناسب ہے؟ اور نقد روپیہ کا بھی کل وہی حکم ہے جو غلہ کا ہے یا فرق ہے؟

(۸) اگر کسی غریب کے ذمہ روپیہ قرض کا باقی ہے اور فدیہ پانے کا مستحق ہے تو روپیہ فدیہ میں روزے کے دے سکتا ہے یا نہیں؟

(۹) فدیہ ادا کرتے وقت یہ لفظ کہنا چاہئے کہ یہ غلہ یا نقد فلاں کے روزہ کا فدیہ ہے یا انما الاعمال بالنیات[1] (اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ ت) کافی ہے؟

---

[1] صحیح بخاری — باب کیف کان بدؤ الوحی — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱/۲

(۱۰) شیخ فانی اور موتٰی کے فدیہ کے احکام میں کوئی فرق ہے یا دونوں کا ایک حکم ہے؟ اور اگر فرق ہے تو وہ کونسا فرق ہے؟

(۱۱) اگر اپنی زندگی میں ہی روزہ قضا شدہ کا فدیہ کوئی شخص دے دے حالانکہ وہ شیخ فانی نہیں ہے تو وہ روزہ اس سے ساقط ہوگا یا نہیں؟

(۱۲) اگر زید نے انتقال کیا اور اس کے ذمہ روزہ فرض باقی رہ گیا ہے تو اس کے وارث یا اقربا اس روزہ کے بدلے میں روزہ رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) وزن بلاد میں مختلف ہوتے ہیں لہذا ہم تولوں اور انگریزی روپوں کا حساب بتاتے ہیں کہ ہر شخص اپنے یہاں کے وزن رائج کو بآسانی اس سے تطبیق دے سکے۔ ایک روزہ یا ایک نماز کا فدیہ یا کفارہ میں ایک مسکین کی خوراک یا ایک شخص کا صدقۂ فطر یہ سب گیہوں سے نیم صاع اور جَو سے ایک صاع ہے۔ صاع دو سو ستر (۲۷۰) تولے ہے، نیم صاع ایک سو پینتیس (۱۳۵) تولے۔ تولہ بارہ (۱۲) ماشہ، ماشہ آٹھ رتی، رتی آٹھ چاول۔ انگریزی روپیہ سکۂ رائجہ سوا گیارہ ماشے ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

اعلم ان الصاع اربعة امداد و المد بالاستار اربعون والاستار بکسر الهمزة بالمثاقیل اربعة ونصف کذا فی شرح درر البحار[1]

معلوم ہونا چاہئے کہ صاع چار مُد اور مُد چالیس استار اور استار (ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ) ساڑھے چار مثقال ہے، جیسا کہ شرح درر البحار میں ہے اھ مختصراً (ت)

صاع چار مُد ہے اور ہر مُد چالیس استار اور ہر استار ساڑھے چار مثقال، تو ہر مُد ایک سو اسی (۱۸۰) مثقال ہوا اور مثقال ساڑھے چار ماشے ہے ولہذا درہم شرعی کہ مثقال کا $\frac{7}{10}$ سات عشر ہے۔

فی الدر المختار کل عشرة دراهم وزن سبعة مثاقیل[2]

درمختار میں ہے ہر دس درہم بوزن سات مثقال کے ہے (ت)

پچیس رتی اور پانچواں حصہ رتی کا ہوا یعنی ۳ ماشہ $1\frac{1}{5}$ سرخ۔ جواہر الاخلاطی میں ہے:

الدرهم الشرعی خمس وعشرون حبة وخمس حبة[3]

درہم شرعی پچیس رتیاں اور رتی کا پانچواں حصہ ہے (ت)

---

[1] ردالمحتار باب صدقة الفطر مصطفی البابی مصر ۲/۸۳

[2] الدرالمختار باب زکوٰۃ المال مجتبائی دہلی ۱/۱۳۴

[3] الجواہر الاخلاطی (قلمی نسخہ) کتاب الزکوٰۃ ص ۲۲

کشف الغطاء میں ہے:

بدانکہ معتبر نزد ما صاع عراقی ست وآں ہشت رطل ست، و رطل بیست استار، و استار چہار و نیم مثقال، و مثقال بیست قیراط و قیراط یک جبہ و چہار خمس جبہ، و جبہ کہ آنرا بفارسی سُرخ گویند ہشتم حصہ ماشہ است، پس مثقال چہار و نیم ماشہ باشد۔[1]

واضح رہے ہمارے نزدیک عراقی صاع معتبر ہے اور وُہ آٹھ رطل ہے، رطل بیس استار کا ہوتا ہے اور استار ساڑھے چار مثقال کا، مثقال بیس قیراط کا اور قیراط ایک اور جبہ کے چار خمس کا ہوتا ہے، اور جبہ جسے فارسی میں سُرخ کہا جاتا ہے وہ ماشہ کا آٹھواں حصہ ہوتا ہے، لہذا اب مثقال ساڑھے چار ماشے قرار پایا۔ (ت)

اسی حساب سے دوسَو درم نصاب فضّہ کے ساڑھے باون تولہ اور بیس مثقال نصاب ذہب کے ساڑھے سات تولے ہوتے ہیں، پس چہارم صاع کی مقدار آٹھ سو دس ماشے یعنی ساڑھے سرسٹھ (۶۷ ۱/۲) تولے ہوئے اور نیم صاع ۱۳۵ تولے اور اس انگریزی روپیہ سے ایک سو چالیس روپیہ بھر جہاں سیر سو روپے بھر یعنی ترانوے تولے نو ماشے کا ہو جیسے بریلی، وہاں نیم صاع کے کچھ کم ڈیڑھ سیر یعنی ایک سیر سات چھٹانک دو ماشے ساڑھے چھ رتی ہوئے، اور ایک صاع کے آدھ پاؤ کم تین سیر اور پانچ ماشے پانچ رتی، اور انگریزی سیر سے کہ اسی روپے بھر یعنی پُورے چھتّر تولے کا ہے، اور دہلی و لکھنؤ میں وہی رائج ہے ساڑھے تین سیر اور ڈیڑھ چھٹانک اور دسواں حصہ چھٹانک کا ریاست رام پور کا سیر چھیانوے روپے یعنی پورے نوّے تولے کا ہے وہاں تین سیر کامل کا ایک صاع وعلٰی ھذا القیاس فی سائر البقاع (اسی قاعدے پر باقی علاقوں کو قیاس کیا جائے۔ ت)

(۲ و ۳) گندم وجَو کے سوا چاول دھان وغیرہ کوئی غلّہ کسی قسم کا دیا جائے اُس میں وزن کا کچھ لحاظ نہ ہوگا بلکہ اُسی ایک صاع جَو یا نیم صاع گندم کی قیمت ملحوظ رہے گی اگر اس کی قیمت کے قدر ہے تو کافی مثلاً نیم صاع گیہوں کی قیمت دو آنے ہے تو روپے کے چار سیر والے چاول سے صرف آدھ سیر کافی ہوں گے اور چالیس سیر والے دھان سے پانسیر دینے ہوں گے۔ درمختار میں ہے:

مالم ینص علیه کذرة وخبز یعتبر فیه القیمة[2]

وُہ چیزیں جن پر نص مذکور نہیں مثلاً باجرہ اور روٹی، تو ان میں قیمت کا اعتبار ہے (ت)

---

[1] کشف الغطاء فصل در احکام دعا وصدقہ وخواندن از اعمال خیر برائے میت مطبع احمدی دہلی ص ۶۸

[2] الدر المختار باب صدقۃ الفطر مجتبائی دہلی ۱/۱۴۵

ہندیہ میں ہے:

انما تجب من اربعة اشياء من الحنطة والشعير والتمر والزبيب وما سواه من الحبوب لايجوز الا بالقيمة[1] اھ ملتقطا۔

یہ صرف ان چار چیزوں میں لازم ہے گندم، جَو، کھجور اور منقہ۔ اور جو ان کے سوا غلہ جات ہیں ان میں فقط قیمت کا ہی اعتبار ہوگا اھ ملتقطا (ت)

لباب میں ہے:

هذه اربعة انواع لاخامس لها واما غيرها من انواع الحبوب فلا يجوز الا باعتبار القيمة كالارز والذرة والماش والعدس والحمص وغير ذلك[2]

ان کی چار ہی اقسام ہیں پانچویں کوئی نہیں، لہذا ان کے علاوہ غلہ جات میں قیمت ہی کا اعتبار ہوگا مثلاً چاول، باجرہ، ماش، مسور اور چنے وغیرہ (ت)

(۴ و ۵) فدیہ نماز و روزہ میں سوال پنجم کی چاروں صورتیں تو بلاشبہ جائز ہیں اور سوال چہارم کی بھی سب صورتیں روا، مگر جس میں فقیر کو نصف صاع سے کم دینا ہو اس میں قول راجح عدم جواز ہے، سراجیہ و درمختار و ہندیہ وغیرہا میں اسی پر جزم کیا اور یہی مختار امام ابواللیث ہے۔

فی السراجية لايجوز ان يؤدى عن صلوة لفقيرين[3] اھ وفی الدر لوادى للفقير اقل من نصف صاع لم يجز ولو اعطاه الكل جاز[4] اھ وفی الهندية عن التاتارخانية عن الولوالجية لو دفع عن خمس صلوات تسع امنان لفقير واحد ومنا لفقير واحد اختار الفقيه انه يجوز عن اربع صلوات ولايجوز عن

سراجیہ میں ہے کہ ایک نماز کا فدیہ دو فقراء کو دینا جائز نہیں اھ اور دُر میں ہے اگر کسی فقیر کو نصف صاع سے کم دیا تو جائز نہ ہوگا، ہاں اگر اسے تمام دے دیا تو جائز ہے اھ اور ہندیہ میں تاتارخانیہ سے وہاں ولوالجیہ سے ہے کہ اگر کسی نے پانچ نمازوں کا فدیہ نو مُد ایک فقیر کو دیا اور ایک مُد ایک فقیر کو، تو فقیہ ابواللیث کہتے ہیں کہ وہ فدیہ چار نمازوں کا ادا ہوجائے گا پانچویں

---

[1] الفتاوی الهندية — الباب الثامن فی صدقة الفطر — نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/۱۹۱
[2] لباب المناسک مع ارشاد الساری — فصل فی احکام الصدقة — دار الکتاب العربی بیروت — ص ۶۴
[3] فتاوی سراجیہ — باب قضاء الفوائت — نولکشور لکھنؤ — ص ۱۷
[4] درمختار — " — مجتبائی دہلی — ۱/۱۰۱

الصلوٰۃ الخامسۃ اھ[1] وفی البحر قال ابو بکر الاسکاف یجوز ذٰلک کلہ وقال ابو القاسم وھو اختیار الفقیہ ابی اللیث یجوز عن اربع صلوات دون الخامسۃ لانہ متفرق ولا یجوز ان یعطی کل مسکین اقل من نصف صاع فی کفارۃ الیمین فکذٰلک ھذا فالحاصل ان کفارۃ الصلوٰۃ تفارق کفارۃ الیمین فی حق انہ لا یشترط فیھا العدد وتوافقھا من حیث انہ لو ادی اقل من نصف صاع الٰی فقیر واحد لا یجوز[2] اھ وفی ظھار التنویر جاز لو اطعم واحدا ستین یوما[3] اھ قلت فاذا جاز ھذا فیما یشترط فیہ العدد فما لا یشترط فیہ اولٰی بالجواز۔

کا نہیں اھ بحر میں ہے کہ شیخ ابوبکر اسکاف نے کہا کہ وُہ تمام نمازوں کا فدیہ ہوگا، ابو القاسم کہتے ہیں اور یہی فقیہ ابو اللیث کا مختار ہے کہ یہ چار نمازوں کا فدیہ ہوگا پانچویں کا نہیں کیونکہ اس سے تفریق ہوگئی، اور کفارۂ قسم میں ہر مسکین کو نصف صاع سے کم نہیں دیا جاسکتا یہاں بھی حکم اسی طرح ہے، تو حاصل یہ ہُوا کہ نماز کا کفارہ اس لحاظ سے کفارۂ قسم سے الگ ہے کہ اس میں تعداد شرط نہیں، اور اس لحاظ سے موافق ہے کہ اگر ایک فقیر کو نصف صاع سے کم دیا جائے تو جائز نہیں اھ تنویر کے مسئلہ ظہار میں ہے کہ اگر ایک ہی فقیر کو ساٹھ دن کھانا کھلایا تو یہ جائز ہوگا اھ قلت جب یہ وہاں جائز ہے جہاں تعداد شرط ہے تو وہاں بطریق اولٰی جائز ہونا چاہئے جہاں تعداد شرط نہیں ہے۔ (ت)

(٦) مصرف اس کا مثل مصرف صدقۂ فطر وکفارۂ یمین وسائر کفارات وصدقات واجبہ ہے بلکہ کسی ہاشمی مثلاً شیخ علوی یا عباسی کو بھی نہیں دے سکتے۔ غنی یا غنی مرد کے نابالغ فقیر بچے کو نہیں دے سکتے، کافر کو نہیں دے سکتے، جو صاحبِ فدیہ کی اولاد میں ہے جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی، یا صاحبِ فدیہ جس کی اولاد میں ہے جیسے ماں باپ دادا دادی نانا نانی انھیں نہیں دے سکتے۔ اور اقربا مثلاً بہن بھائی، چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی، بھتیجا، بھتیجی، بھانجا، بھانجی ان کو دے سکتے ہیں جبکہ اور موانع نہ ہوں، یونہی نوکروں کو جبکہ اُجرت میں محسوب نہ کریں۔

فی ردالمحتار مصرف الزکوٰۃ ھو مصرف

ردالمحتار میں ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے صدقۃ الفطر،

---

[1] الفتاوی الہندیۃ باب قضاء الفوائت نورانی کتب خانہ پشاور ١/١٢٥
[2] البحر الرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ٢/٩١
[3] تنویر الابصار متن درمختار باب الکفارۃ مجتبائی دہلی ١/٢٥١

ایضا الصدقۃ الفطر والکفارۃ والنذر وغیر ذلک من الصدقات الواجبۃ کما فی القہستانی[1] **اقول** وھو متمش علی تصحیح ما عن ابی یوسف من عدم جواز شیئ من الصدقات الواجبۃ لکافر ذمی قال فی الدر لا تدفع (ای الزکوۃ) الی ذمی وجاز دفع غیرھا وغیر العشر والخراج الیہ ای الذمی ولو واجبا کنذر وکفارۃ وفطرۃ خلافا للثانی وبقولہ یفتی حاوی القدسی[2] اھ وفیہ لو دفعھا المعلم لخلیفتہ ان کان بحیث یعمل لہ لو لم یعطہ صح والا لا[3] اھ وفی معراج الدرایۃ ثم الھندیۃ وکذا ما یدفعہ الی الخدم من الرجال والنساء فی الاعیاد وغیرھا بنیۃ الزکوۃ[4]

کفارہ، نذر اور دیگر صدقاتِ واجبہ کا بھی وہی مصرف ہے قہستانی **اقول** (میں کہتا ہوں۔ت) یہ اس راہ کو اختیار کیا گیا جو امام ابو یوسف سے مروی قول کی تصحیح کے مطابق ہے کہ صدقاتِ واجبہ کسی کافر ذمی کو دینا ناجائز ہے۔ در میں ہے ذمی کو (زکوٰۃ) نہیں دی جاسکتی البتہ زکوٰۃ، عشر اور خراج کے علاوہ صدقات ذمی کو دیے جاسکتے خواہ وہ صدقہ واجبہ ہی ہوں مثلاً نذر، کفارہ اور صدقہ فطر، اس میں امام ابو یوسف کا اختلاف ہے، امام مذکور کے قول پر حاوی مقدسی نے فتوٰی دیا ہے اھ اور اسی میں ہے اگر معلم نے اپنے خلیفہ کو زکوٰۃ دی اگر وہ اس طرح کام کرتا ہے کہ اگر معلم نہ دیتا تب بھی وہ اس کا کام کرتا ایسی صورت میں دینا درست ہے ورنہ نہیں اھ اور معراج الدرایہ اور ہندیہ میں ہے اسی طرح حکم ہے اس رقم کا جو بہ نیتِ زکوٰۃ عید وغیرہ کے موقعہ پر خدام مردوں یا عورتوں کو دی جاتی ہے (ت)

صدقاتِ واجبہ زوجین کو بھی نہیں دے سکتے **اقول** فدیہ نماز و روزہ جب بعد مرگ دیا جائے تو مقتضائے نظر فقہی یہ ہے کہ زوجہ کا فدیہ شوہر فقیر کو فوراً اور شوہر کا زوجہ فقیرہ کو بعد عدت گزرنے کے دینا جائز ہو کہ اب زوجیت نہ رہی اور شوہر زوجہ کے مرتے ہی اجنبی ہوجاتا ہے ولہذا اسے مَس جائز نہیں۔

فی الدر المختار لا یصرف الی من بینھما زوجیۃ ولو مبانۃ[5] قال الشامی ای

درمختار میں ہے کہ زکوٰۃ ان کو نہ دی جائے جن کے درمیان زوجیت کا تعلق ہو خواہ خاتون کو طلاق بائنہ

---

[1] ردالمحتار باب المصرف مصطفی البابی مصر ۲/ ۶۴
[2] درمختار " مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۱
[3] " " ۱/ ۱۴۲
[4] الفتاوی الہندیۃ الباب السابع فی المصارف نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۹۰
[5] درمختار باب المصرف مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۱

فی العدۃ ولو بثلاث نہر عن معراج الدرایۃ[1] اھ وفی ردالمحتار عن بدائع الامام ملک العلماء المرأۃ تغسل زوجہا لان اباحۃ الغسل مستفادۃ بالنکاح فتبقی ما بقی النکاح والنکاح بعد الموت باق الی ان تنقضی العدۃ بخلاف ما اذا ماتت فلا یغسلہا لانتہاء ملک النکاح لعدم المحل فصار اجنبیا[2]، واللہ تعالٰی اعلم۔

ہوچکی ہو اھ علامہ شامی نے فرمایا یعنی وہ عدت میں ہو اگرچہ تین طلاقیں ہوچکی ہوں یہ نہر میں معراج الدرایہ سے ہے اھ ردالمحتار میں امام ملک العلماء کی بدائع سے ہے کہ خاتون اپنے خاوند کو غسل دے سکتی ہے کیونکہ غسل کی اباحت نکاح کی وجہ سے حاصل ہوئی تو جب تک نکاح باقی ہے اباحت بھی باقی رہے اور نکاح تو خاوند کی موت کے بعد بھی باقی رہتا ہے یہاں تک کہ عدت گزر جائے بخلاف اس صورت کہ جب بیوی فوت ہوجائے تو خاوند اسے غسل نہیں دے سکتا کیونکہ محل نہ رکھنے کی وجہ سے نکاح ختم ہوگیا لہذا اب خاوند اجنبی قرار پائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۷) قیمت افضل ہے مگر قحط میں کھانا دینا بہتر،

فی الدرالمختار دفع القیمۃ ای الدراہم افضل من دفع العین علی المذہب المفتی بہ جوہرۃ وبحر عن الظہیریۃ وہذا فی السعۃ اما فی الشدۃ فدفع العین افضل[3]

درمختار میں ہے مفتی بہ مذہب کے مطابق قیمت یعنی دراہم کا ادا کرنا عین شَے سے افضل ہے جوہرہ۔ اور بحر میں ظہیریہ سے ہے کہ یہ عام حالات یعنی آسانی کے وقت ہے اگر کسی وقت شدت اور قحط ہو تو عین شَے کا دینا افضل ہوگا۔ (ت)

باقی احکام نقد وغلہ یکساں ہیں مگر وہ تفاوت جو خاص گندم وجَو میں بسبب اعتبار وزن معتبر شرعی استفادا لحاظ مالیت کا ہے مثلاً فرض کیجئے کہ نیم صاع گندم کی قیمت دو آنہ ہے اور ایک صاع جَو کی ایک آنہ تو ایک آنہ کی قیمت کی کوئی چیز کپڑا، کتاب، چاول، باجرا وغیرہ بلحاظ قیمت جَو دے سکتے ہیں اگرچہ گندم کی قیمت نہ ہوئی مگر چہارم صاع گندم کافی نہیں اگرچہ قیمت اُن کی بھی ایک صاع جَو کے برابر ہوگی کہ چار چیزیں جن پر نص شرعی وارد ہوچکی ہے یعنی گندم، جَو، خرما، کشمش ان میں قیمت کا اعتبار نہیں، جتنا وزن شرعًا واجب ہے اُسی قدر دینا ہوگا۔

---

[1] ردالمحتار — باب المصرف — مصطفی البابی مصر — ۲/۶۹

[2] ردالمحتار — باب الجنائز — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۱/۵۷۶

[3] الدرالمختار — باب الصدقۃ الفطر — مجتبائی دہلی — ۱/۱۴۵

فی محیط الامام السرخسی ثم الھندیۃ: لوادی ربع صاع من حنطۃ جیدۃ تبلغ قیمتہ قیمۃ نصف صاع من شعیر لایجوز عن الکل، بل یقع عن نفسہ وعلیہ تکمیل الباقی وکذا لایجوز ربع صاع من حنطۃ عن صاع من شعیر[1] اھ ملخصًا۔ فی البدائع لان القیمۃ انما تعتبر فی غیر المنصوص علیہ[2]۔

محیطِ امام سرخسی پھر ہندیہ میں ہے کہ اگر کسی نے ایسی جید گندم کا چوتھائی صاع ادا کیا جس کی قیمت جَو کے نصف صاع کو پہنچ جاتی ہے تو یہ کل کی طرف سے جائز نہیں بلکہ یہ اپنی طرف سے عطیہ ہے، باقی کی تکمیل کرنا اس پر لازم ہوگا، اور اسی طرح گندم کا چوتھائی صاع جو جَو کے صاع کی قیمت کو پہنچ جائے دینا جائز نہیں اھ بدائع میں ہے کیونکہ قیمت کا اعتبار وہاں ہے یہاں نص میں عین کی تصریح نہیں (ت)۔

قیمت میں نرخ بازار آج کا معتبر نہ ہوگا جس دن ادا کر رہے ہیں بلکہ روزِ وجوب کا مثلاً اُس دن نیم صاع گندم کی قیمت دو آنے تھی آج ایک آنہ ہے تو ایک آنہ کافی نہ ہوگا۔ دو آنے دینا لازم، اور ایک آنہ تھی اب دو آنے ہوگئی تو دو آنے ضرور نہیں ایک آنہ کافی۔

فی الدر المختار جاز دفع القیمۃ فی زکوۃ وعشر وخراج وفطرۃ ونذر وکفارۃ غیر العتاق وتعتبر القیمۃ یوم الوجوب وقالا یوم الاداء[3]۔

درمختار میں ہے کہ زکوۃ، عشر، خراج، صدقہ فطر، نذر، عتاق کے علاوہ کفارہ میں قیمت کا دینا جائز ہے اور قیمت یومِ وجوب کے اعتبار سے ہوگی اور صاحبین کی رائے کے مطابق یومِ ادا کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا (ت)۔

(۸) یہاں صورتیں متعدد ہیں، فدیہ والا اپنی حیات میں فدیہ ادا کرتا ہے جیسے شیخ فانی روزے کا یا اُس کے بعد وارث بلا وصیت بطور خود دیتا ہے یا بحکم وصیت ادا کیا جاتا ہے اور در صورت وصیت مدیون پر یہ دین بعد موت مورث حادث ہوا ہے جیسے کسی نے ترکہ سے کوئی چیز غصب کرکے صرف کر ڈالی کہ اس کے تاوان کا اس پر دین لازم آیا یا دین حیات مورث کا ہے تو یہ چار صورتیں ہیں۔ صورت اخیرہ میں عدم صحت کا حکم درمختار وغیرہ میں مصرح ہے یعنی زید پر نماز روزے وغیرہما کا فدیہ تھا اس نے وصیت کی کہ یہ میرے مال

---

[1] الفتاوی الہندیۃ — الباب الثامن فی صدقۃ الفطر — نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۹۲

[2] بدائع الصنائع — کتاب الزکوۃ — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۳

[3] الدرالمختار — باب زکوۃ الغنم — مجتبائی دہلی ۱/ ۱۳۳

سے ادا کرنا عمرو فقیر حیات زید سے زید کا مدیون تھا، وصی نے وہ دین فدیہ میں عمرو کو چھوڑ دیا فدیہ ادا نہ ہوا

قال قبیل باب الوصی اوصی لصلواته وثلث ماله دیون علی المعسرین فترکها الوصی لهم عن الفدیة لم تجزه ولابد من القبض ثم التصدق علیهم ولو امران یتصدق بالثلث فمات فغصب غاصب ثلثها مثلاً واستهلکه فترکه صدقة علیه وهو معسر یجزیه لحصول قبضه بعد الموت بخلاف المدین[1] لکن من القنیة اھ فی ردالمحتار قوله اوصی لصلواته او صیاماته، منح، قوله لم تجزه وقیل تجزیه قال فی القنیة قال استاذنا و الاول احب الی حتی توجد الروایة، قوله بخلاف الدین ای فی المسألة السابقة فانه مقبوض قبل الموت بقی لو اوصی بکفارة صلواته والمسألة بحالها هل یجزیه لحصول قبضه بعد الموت اولا یراجع[2] اھ

باب الوصی سے تھوڑا پہلے ہے کسی نے اپنی نمازوں پر فدیہ کی وصیت کی اور اس کے مال کا تہائی حصہ تنگ دست لوگوں پر دین تھا اگر وصی نے وہ حصہ ان تنگ دستوں پر نمازوں کے فدیہ کے طور پر چھوڑ دیا تو کافی نہ ہوگا کیونکہ پہلے قبضہ ضروری ہے اور اس کے بعد ان پر صدقہ کرے تو تب درست ہوگا، اگر اس نے کہا میرا تہائی مال صدقہ کر دیا جائے پھر وہ فوت ہوگیا اور کسی غاصب نے مثلاً تہائی مال غصب کرلیا اور اسے ہلاک کر دیا (حالانکہ وہ غریب تھا) وصی نے بطور صدقہ وہ مال اس سے نہ لیا تو جائز ہوگا کیونکہ موت کے بعد وصی کو قبضہ حاصل تھا بخلاف اس صورت کے جب مال کسی پر قرض ہو، یہ مسائل قنیہ سے مروی ہیں اھ ردالمحتار میں ہے قولہ "فوت ہونے والے نے اپنی نمازوں یا روزوں کے بارے میں وصیت کی" منح۔ قولہ "یہ کفایت نہیں کرے گا" لیکن بعض کے نزدیک یہ کافی ہے۔ قنیہ میں ہے کہ ہمارے استاذ نے فرمایا مجھے پہلا قول بہت محبوب ہے حتی کہ کوئی دوسری روایت آجائے۔ قولہ "بخلاف قرض" یعنی گزشتہ مسئلہ میں کیونکہ مال موت سے پہلے قبضہ میں نہیں ہوگا۔ باقی رہا یہ معاملہ کہ اگر کسی نے

---

[1] الدرالمختار فصل فی وصایا الذمی مجتبائی دہلی ۲/۳۳۴

[2] ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۴۷

اراد بقوله والمسألة بحالها مسألة الغصب ورأيتني كتبت عليه مانصه **اقول** وبالله التوفيق وله الحمد تبين عندي مسألتا الفدية والغصب على ان الوصية بالمال لاتتناول الدين ماكان دينا فاذا صار عينا بالقبض تناولته كما صرح به في الظهيرية حيث قال اذا كان مائة عين ومائة درهم على اجنبي دين فاوصى لرجل بثلث ماله فانه ياخذ ثلث العين دون الدين الاترى ان حلف ان لامال له وله ديون على الناس لم يحنث ثم ماخرج من الدين اخذ منه ثلثه حتى يخرج الدين كله لانه لما تعين الخارج مالا، التحق بماكان عينا في الابتداء، ولا يقال لمالم يثبت حقه في الدين قبل ان يتعين كيف يثبت حقه فيه اذا تعين لانا نقول مثل هذا غير ممتنع الاترى

نمازوں کے کفارہ کی وصیت کی اور صورت مذکورہ ہی ہو تو موت کے بعد حصولِ قبضہ کی وجہ سے یہ کافی ہوگا یا نہیں اس پر غور کیا جائے اھ والمسئلۃ بحالہا سے مراد مسئلہ غصب ہے۔ ردالمحتار کے حاشیہ پر بندہ نے جو کچھ تحریر کیا ہے وہ یہ ہے **اقول** اللہ کی توفیق اور اسی کے لیے حمد ہے، مَیں کہتا ہوں میرے نزدیک فدیہ اور غصب کا مسئلہ اس پر مبنی ہے کہ وصیت بالمال دین کو شامل ہی نہیں جب تک کہ وہ دین رہے، ہاں جب وہ دین قبضہ کی وجہ سے عین ہوجائے تو پھر وصیت اسے شامل ہوگی جیسا کہ ظہیریہ میں ان الفاظ سے صراحت کی ہے کہ جب ایک سو درہم عین اور ایک سو درہم کسی اجنبی پر دین تھے تو فوت ہونے والے نے تہائی مال کی وصیت کی تو اب عین کی تہائی سے وہ مال لیا جائے گا نہ کہ دین سے۔ کیا آپ کے علم میں نہیں اگر کوئی آدمی حلف اٹھاتا ہے کہ اس کے پاس مال نہیں حالانکہ اس نے لوگوں سے قرض لینا ہے تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی، پھر دین میں جو حصہ خارج ہوگا اس سے تہائی لیا جائے یہاں تک کہ سارا دین خارج ہوجائے کہ جب خارج ہونے والا مال متعین ہوجائے تو اس مال کے ساتھ لاحق ہوجائے گا جو ابتدائی طور پر عین تھا یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا کہ جب متعین ہونے سے پہلے دین میں مالک کا حق ثابت نہیں ہوا تو متعین ہوجانے کے بعد حق کیسے ثابت ہوگا کیونکہ ہم کہتے ہیں اس طرح کا معاملہ ممتنع نہیں ہوتا، کیا آپ نہیں جانتے کہ جس کے حق میں تہائی

ان الموصی لہ بثلث المال لایثبت حقہ فی القصاص ومتی انقلب مالا یثبت حقہ فیہ اھ وبہ یحصل التوفیق بین قولی الخانیۃ لات. خل الدیون. ای فی الوصیۃ بالمال والوھبانیۃ ان الدخول اجدر کما جنح الیہ فی منحۃ الخالق فراجعہا من شتی القضاء وفی مسألۃ الفدیۃ لما کان الدین سابقا علی الموت وقد اراد الوصی اسقاطہ قبل القبض فیکون انفاذ الوصیۃ فیما لم تتناولہ فلا یجوز ما لم یقبض فیتصدق و فی مسألۃ الغصب لما کان المال عینا عند الوفاۃ وانما حصل قبض الغاصب واستھلاکہ وصیرورتہ دینا بعد الموت فقد تناولتہ الوصیۃ فجاز ھذا ما ظھر لی وبہ یظھر الجواب عما توقف فیہ العلامۃ المحشی بقولہ یراجع فانہ لاغبار علیہ من ھذہ الجھۃ الا ان یثبت ان اداء الکفارات بترک الدین لایجوز اصلا وفیہ وقفۃ فلیراجع ولیحرر اھ ماکتبت علیہ۔

مال کی وصیت کی گئی اس کا حق قصاص میں ثابت نہیں ہوتا جب تبدیل ہو کر مال بن جائے تو اس میں اس کا حق ثابت ہو جائے گا اھ اس سے خانیہ اور وہبانیہ کے دونوں اقوال میں تطبیق ہو جائے گی۔ خانیہ میں ہے کہ دیون وصیت بالمال میں داخل نہیں ہوتے۔ وہبانیہ میں ہے کہ دیون کا اس میں دخول زیادہ مناسب ہے جیسا کہ منحۃ الخالق میں اسی طرف میلان ہے تو اس کے لیے منحۃ الخالق میں قضا کے متفرق مسائل کی طرف رجوع کرو۔ رہا مسئلہ فدیہ کا معاملہ تو دین موت سے پہلے تھا اور وصی نے قبضہ سے پہلے ہی اس کے اسقاط کا ارادہ کیا تو یہ وصیت کا ایسی چیز میں اجرا ہوگا جس کو یہ شامل ہی نہیں، تو جب تک قبضہ نہ ہو اور صدقہ نہ کیا جائے یہ جائز نہ ہوگا، اور مسئلہ غصب میں وفات کے وقت مال عین تھا، پھر غاصب کا قبضہ، اس کا اسے ہلاک کرنا اور اس کا دین بننا یہ سب موت کے بعد ہوا ہے تو اسے وصیت شامل ہوگی تو اس طرح یہ جائز ہے۔ یہ وہ تھا جو مجھ پر واضح ہوا۔ اور اس سے اس چیز کا جواب بھی آگیا جس میں علامہ محشی نے لفظ "یراجع" سے توقف کیا کیونکہ اس اعتبار سے اس پر کوئی غبار نہیں، مگر جب یہ ثابت ہو جائے کہ کفارات کی ادائیگی ترک دین سے اصلاً جائز ہی نہیں اور اس میں توقف ہے، چاہیے یہ کہ جو ہم نے تحریر کیا ہے اس تمام کا مطالعہ کیا جائے اھ میرا حاشیہ ختم ہوا۔ (ت)

باقی صور کا حکم قابل تفتیش و مراجعت ہے **اقول** وباللہ التوفیق امر محتمل ہے اور قائل کہہ سکتا ہے کہ قاعدہ شرعیہ ادائے کامل بکامل ہے نہ کامل بناقص۔ ولہذا اوقات ثلثہ میں کوئی نماز ادا و قضاء جائز نہیں، مگر آج کی عصر یا اس جنازے کی نماز جو انھیں اوقات میں لایا گیا لتادیھما حینئذ کما وجبتا

والمسائل بتعلیلاتہا مذکورۃ متوناً وشروحاً (کیونکہ ان کی ادائیگی اس طرح ہورہی ہے جس طرح وہ واجب ہوئے تھے اور یہ تمام مسائل اپنی تعلیلات کے ساتھ متون اور شروحات میں مذکور ہیں۔ ت) روزوں میں کوئی ناقص نہیں اور قضا نمازیں عموماً کامل ہیں ولہذا کل کی عصر آج آفتاب ڈوبتے قضا نہیں کی جاسکتی اور جو مال کسی پر دین ہو جب تک وصول نہ ہو مال کامل نہیں ناقص ہے خصوصاً جبکہ کسی مفلس پر ہو کہ وہ تو گویا مردہ مال ہے ولہذا حاصل ملک مال کہ تمول وغنا نہیں ہوتا زید کے لاکھ روپے کسی مفلس پر قرض آتے ہوں جب پاس نصاب نہ ہو فقیر ہے خود زکوٰۃ لے سکتا ہے۔

فی الاشباہ من لہ دین علی مفلس مقر فقیر علی المختار[1] | اشباہ میں ہے جس کا کسی ایسے شخص پر قرض ہو جو مفلس اقرار کرنے والا ہو تو مختار قول پر وہ فقیر ہے (ت)

بلکہ عرفاً دین کو مال ہی نہیں کہتے اگر لاکھوں قرض میں پھیلے ہوں اور پاس کچھ نہیں تو قسم کھا سکتا ہے کہ میرا کچھ مال نہیں کما تقدم عن الظہیریۃ ومثلہ فی البحر والتنویر وغیرہما (جیسا کہ ظہیریہ کے حوالے سے پہلے گزرا، اس کی مثل بحر، تنویر اور دیگر کتب میں ہے۔ ت) ولہذا کسی عین یعنی نصاب موجود کی زکوٰۃ، دین بہ نیت زکوٰۃ معاف کر دینے سے ادا نہیں ہو سکتی کہ نصاب موجود مال کامل ہے تو مال ناقص اس کی زکوٰۃ نہیں ہو سکتا بلکہ جو دین آئندہ ملنے کا ہے اس کی زکوٰۃ بھی معافی دین سے ادا نہ ہوگی کہ دین باقی دین ساقط سے بہتر ہے، دین ساقط اب کبھی مال نہیں ہو سکتا اور دین باقی میں احتمال ہے شاید وصول ہو کر مال ہو جائے، ہاں جو نصاب کسی فقیر پر دین تھی وہ کل یا بعض اسے معاف کر دے تو قدر معاف شدہ کی زکوٰۃ ساقط ہوگئی کہ ناقص ناقص سے ادا ہو سکتا ہے۔

فی الدرالمختار لو ابرأ الفقیر عن النصاب صح وسقط عنہ، واعلم ان اداء الدین عن الدین والعین عن العین وعن الدین یجوز واداء الدین عن العین وعن دین سیقبض لایجوز[2] اھ فی تبیین الحقائق لوکان لہ | درمختار میں ہے: اگر کسی نے فقیر کو نصاب سے بری کر دیا تو صحیح ہوگا اور اس سے زکوٰۃ ساقط ہوجائیگی۔ واضح رہے کہ دین کی ادائیگی دین سے، اور عین کی ادائیگی عین سے، اور دین دونوں سے جائز ہے لیکن دین کی ادائیگی عین سے اور اس دین سے جو عنقریب مقبوض ہوگا ان دونوں سے جائز نہیں اھ تبیین الحقائق میں ہے اگر کسی کا فقیر پر

[1] الاشباہ والنظائر کتاب الزکوٰۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۲۲۰
[2] درمختار " مجتبائی دہلی ۱/۱۳۰

دین علی فقیر فابرأہ عنه سقط منه زکوٰة
نوی به عن الزکوٰة اولا لانه کالهلاك
ولو ابرأہ عن البعض سقط زکوٰة ذلك
البعض لما قلنا وزکوٰة الباقی لا تسقط ولو
نوی به الاداء عن الباقی لان الساقط
لیس بمال والباقی یجوز ان یکون
مالا فکان الباقی خیرا منه فلا یجوز
الساقط عنه [1] اھ۔

دین تھا اس نے فقیر کو قرض سے بری کردیا تو اس سے
زکوٰۃ ساقط ہوجائے گی خواہ اس سے زکوٰۃ کی اس
نے نیت کی ہو یا نہ، اس لیے کہ یہ ہلاک ہونے والے
مال کی طرح ہے اور اگر بعض سے ساقط کیا تو سابقہ
دلیل کی بنا پر بعض سے ساقط ہوجائیگی لیکن باقی سے
زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی اگرچہ باقی سے ادائیگی کی نیت
کی گئی ہو کیونکہ جو ساقط ہے مال نہیں اور جو باقی
ہے اس کا مال ہونا ممکن ہے تو باقی ساقط سے
بہتر ٹھہرا لہٰذا اس سے سقوط نہیں ہوگا اھ (ت)

یہ تقریر منیر بتوفیق القدیر اقتضا کرتی ہے کہ دین معاف کرنے سے فدیہ مطلقاً ادا نہ ہو جب تک وصول کرکے فدیہ میں نہ دیں، اس تقدیر پر وہ حیلہ کہ ہندوالوں میں متعارف ہے اور بعض متاخرین فضلائے ہند نے اسے کشف الغطاء میں ذکر کیا کہ:

متعارف چناں ست کہ حساب کنند سالہائے میت
را دونی مدت بلوغ کہ در مرد دوازدہ سال و
در زن نہ سال ست وضع کنند باقی را مقابل
ہر شش نماز واجب شبانہ روز سہ صاع کامل
گیرند و ماہ را کامل سی روز اعتبار کنند تا فدیہ
نمازہائے یک سال کہ سی صد و شصت روز
ست یک ہزار و ہشتاد صاع حاصل آید و
پانزدہ صاع فدیہ رمضان افزایند ہمگی فدیہ تمام
سال یک ہزار و نود و پنج صاع شود ہمیں طریق
سالہائے تمام عمر را حساب کنند و حاصل آں را
موافق قیمت مبلغ مشخص نمایند و بنا بر ضرورت عسرت

معروف یہ ہے کہ میت کی عمر کے تمام سالوں کا حساب
لگاتے ہیں، کم از کم مدت بلوغ جو مرد میں بارہ سال
اور عورت میں نو سال ہے نکال کر باقی عمر ہر دن رات
کی چھ نمازوں کے مقابل (اعتبار سے) تین صاع
لیتے ہیں اور ہر ماہ کے تیس دن شمار کئے جاتے ہیں
حتی کہ ایک سال (جو تین سو ساٹھ دنوں کا ہے)
کی نمازوں کا فدیہ ایک ہزار اسی صاع بنتا ہے
اور ۱۵ صاع رمضان کا فدیہ زیادہ کرتے ہیں تو تمام
سال کا فدیہ ایک ہزار پچانوے (۱۰۹۵) صاع
ٹھہرا، پس اسی طریقے سے تمام سالوں کا حساب
کرلیا جائے اور اس کے حاصل کے مطابق اس کی قیمت

---

[1] تبیین الحقائق   کتاب الزکوٰۃ   المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ مصر   ۱/۲۵۸

مصحف راباشل آنقدر زر بدست فقیرے فروشند
وتسلیم نمایند تا آنقدر زر بر ذمہ اش دین شود پس
بگویند کہ ایں قدر زر راکہ بر ذمہ تو دین ست عوض فدیہ
نماز و روزہ ہائے فلاں میت کہ بایں قدر می رسد
ترا دادیم وبگوید فقیر کہ قبول کردیم واگر مبلغ حساب
نکنند و قرآن راباشل آں قدر جنس ہدیہ کنند تا ہمیں
جنس بر ذمہ اش دین شود آں را عوض فدیہ بوے
بخشند و او قبول نماید نیز کفایت می کنند[1]

دے دی جائے، اگر تنگ دستی ہو تو ایک مصحف کو اس مقدار کے زر پر کسی فقیر کو فروخت کردیں اور یہ اس کے ذمہ دین کردیں اس کے بعد اسے کہیں کہ تیرے ذمہ جو دین آیا ہے یہ فلاں کی نماز اور روزوں کا فدیہ میں نے تجھے دیا ہے وہ فقیر کہے اسے قبول کرتا ہوں، اگر قیمت کا حساب نہ کریں اور قرآن کو اس کی مقدار جنس کے ساتھ ہدیہ کریں تاکہ یہ جنس اس کے ذمہ ہو جائے اور اسے فدیہ کے عوض بخش دیں اور وہ قبول کرے تو یہ بھی کفایت کرجائے گا (ت)

ظاہر ہے یہ محض ناتمام وناکافی ہے اور اس پر ایک قرینہ واضحہ یہ بھی ہے کہ عامہ کتب معتمدہ مذہب میں ضرورتمند کے لیے جو حیلہ اس کا ارشاد فرمایا سخت دقت طلب اور بہت طول عمل ہے جس کا خود ان فاضل کو اعتراف ہے، یہ متعارف طریقہ ذکر کرکے لکھا:

ومشہور ومنقول در اکثر کتب چنانست کہ قدرے
گندم کہ میسر شود منجملہ فدیہ بایں نام بہ فقیر دہند
واو قبول کند پس از وے طلب نمایند وبستانند
باز بوے بدیں نام دہند وہمچنیں مکرر کنند تا آنکہ
فدیہ نماز وروزہ در فدیہ ہا تمام ادا شود وایں
حیلہ خالی از تکلف نیست[2]

مشہور اور اکثر کتب میں منقول یہ ہے کہ جو بھی گندم میسر ہو نماز روزہ کے فدیہ کے طور پر اسے فقیر کو دیا جائے وہ قبول کرے اس کے بعد اس سے بطور ہبہ لے لیں پھر اسے بطور فدیہ دے دیں اسی طرح بار بار کریں حتی کہ نماز و روزہ کا فدیہ مکمل ہو جائے اور یہ حیلہ تکلف سے خالی نہیں۔ (ت)

اقول اسی حیلہ جمیلہ کی تصریح فرمائی درمختار و بزازیہ وخلاصہ وعالمگیریہ وبحرالرائق وغنیہ و صغیری شرح منیہ و فتح اللہ المعین حاشیہ کنز ومنحۃ الخالق وطحطاوی علی الدر المختار و ردالمحتار میں زائدین علی ما فی الشرح کلھم فی باب قضاء الفوائت (جو شرح میں ہے اس پر اضافہ کرتے ہوئے ان سب نے یہ مسئلہ باب قضاء الفوائت میں ذکر کیا ہے۔ ت) اور جامع الرموز و برجندی شرح نقایہ و

---

[1] کشف الغطا فصل در احکام دعا وصدقہ وخوان از اعمال خیر برائے میت مطبع احمدی دہلی ص ۶۷
[2] کشف الغطا " " " " " ص ۶۸

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں کلھم فی الصوم (ان سب نے کتاب الصوم میں یہ مسئلہ ذکر کیا ہے۔ ت) اسی کو علامہ عبدالغنی بن اسمٰعیل نابلسی قدس سرہ القدسی نے شرح ہدیہ ابن العماد میں اپنے والد ماجد علامہ اسمٰعیل بن عبدالغنی نابلسی محشی درر وغرر انھوں نے احکام الجنائز سے نقل فرمایا کما فی منحۃ الخالق (جیسا کہ منحۃ الخالق میں ہے۔ ت) اسی پر امام اجل ناصر الدین ابوالقاسم محمد بن یوسف حسینی سمرقندی نے ملتقط میں نص فرمایا کما فی شرح مختصر الوقایۃ لعبد العلی (جیسا کہ شرح مختصر الوقایہ عبدالعلی میں ہے۔ ت) اسی طرح علامہ مدقق علائی نے در منتقی شرح ملتقی اور علامہ شریف ابوالسعود ازہری نے شرح نورالایضاح میں تصریح فرمائی کما فی شرحہ للسید احمد المصری (جیسا کہ سید احمد مصری کی شرح میں ہے۔ ت) یہی تبیین المحارم علامہ سنان الدین یوسف مکی میں مذکور کما فی شفاء العلیل وبل العلیل للعلامۃ الشامی (جیسا کہ شفاء العلیل وبل العلیل للعلامۃ الشامی میں ہے۔ ت) یہ سب عبارات اور ان سے زائد اس وقت فقیر کے پیش نظر ہیں بلکہ شفاء العلیل سے ہمارے ائمہ کی کتب فروع واصول کی طرف اس کی نسبت ظاہر۔

حیث قال اعلم ان المذکور فیما رأیتہ من کتب ائمتنا فروعا واصولا انہ اذا لم یوص بفدیۃ الصوم یجوز ان یتبرع عنہ ولیہ وھو من لہ التصرف فی مالہ بوراثۃ او وصایۃ قالوا ولو لم یملک شیئا یستقرض الولی شیئا فیدفعہ للفقیر ثم یستوھبہ منہ ثم یدفعہ لاٰخر وھکذا حتی یتم۔[1]

اس کے الفاظ یہ ہیں میرے مطالعہ کے مطابق ہمارے ائمہ کی کتب خواہ فروع یا اصول میں ہوں یہ مذکور ہے کہ جب میت نے فدیہ صوم کی وصیت نہ کی ہو تو اس کا ولی بطور نفل فدیہ دے سکتا ہے اور ولی سے مراد وہ شخص ہے جو اس کے مال میں بطور وارث یا وصی ہونے کے ناطہ سے تصرف کرسکتا ہو، فقہاء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر ولی کسی شے کا مالک نہ ہو تو کسی سے قرض لے کر فقیر کو دے پھر اس سے بطور ہبہ واپس لے پھر فقیر کو دے، اسی طرح بار بار کیا جائے حتی کہ فدیہ پورا ہوجائے۔ (ت)

اور فاضل سید علاء الدین شامی نے منۃ الجلیل میں اسے متون وشروح وحواشی کی طرف نسبت کیا

حیث قال والمنصوص فی کلامھم متونا وشروحا وحواشی ان الذی یتولی

اس کی عبارت یہ ہے متون، شروح اور حواشی میں یہ منصوص ہے یہ سارا کچھ ولی کرسکتا ہے اور ولی

---

[1] شفاء العلیل رسالہ من رسائل ابن عابدین الرسالۃ السابعۃ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۱۹۶

ذلك انما هو الولی وان السید اد بالولی من له ولایة التصرف فی ماله بوصایة او وراثة وان المیت لو لم یملك شیئا یفعل له ذلك الوارث من ماله ان شاء فان لم یکن للوارث مال یستوهب من الغیر او یستقرض لیدفعه للفقیر ثم یستوهبه من الفقیر وهکذا الی ان یتم المقصود۔[1]

سے مراد وہ شخص ہے جو میت کے مال میں اس کی وصیت یا وارث ہونے کی حیثیت سے تصرف کرسکتا ہو اور میت اگر کسی شے کا مالک نہ ہو تو وارث اپنے مال سے بھی یہ حیلہ کرسکتا ہے تاکہ کسی فقیر کو دے پھر فقیر سے بطورِ ہبہ واپس لے اسی طرح کرے یہاں تک کہ مقصود حاصل ہوجائے۔ (ت)

یہ ائمہ متقدمین سے لے کر ہمارے زمانے تک کے علمائے متاخرین کے نصوص ہیں جن میں سوا اس طریقہ دور کے طریقہ دین کا اصلاً پتا نہ دیا اور طریقہ دور میں جو سخت تکلیف ہے مخفی نہیں۔ وجیز امام کردری میں ہے:

ان لم یکن له مال یستقرض نصف صاع و یعطیه المسکین ثم یتصدق به المسکین علی الوارث ثم الوارث الی المسکین ثم وثم حتی یتم لکل صلوٰة نصف صاع کما ذکرنا۔[2]

اگر وارث کے پاس مال نہ ہو تو وارث نصف صاع قرض لے اور کسی مسکین کو دے پھر وہ مسکین اس وارث پر صدقہ کرے پھر وارث مسکین پر صدقہ کرے اسی طرح بار بار کیا جائے حتی کہ ہر ہر نماز کا فدیہ نصف صاع ہوجائے جیسے ہم ذکر کر آئے۔ (ت)

بعینہٖ اسی طرح نیم صاع، بحرالرائق وخلاصہ وہندیہ وطحطاوی علی نورالایضاح وابی السعود علی مسکین وملتقط و برجندی ودرمختار وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے۔ اب فرض کیجئے کہ زید نے بہتر ۷۲ سال کی عمر میں وفات پائی، بارہ برس نکال کر ساٹھ ۶۰ رہے۔ ہر سال کے دن تین سو ساٹھ ۳۶۰ نہ رکھئے جس طرح کشف الغطاء میں اختیار کیا ہر سال قمری بھی تین سو پچپن ۳۵۵ دن سے زائد نہیں ہوتا۔

هذا العرفی الماخوذ بالاهلة اما الحقیقی فیکون اقل منها بساعات کما فصل فی محله اقول وکذا لاحاجة بنا الی اخذ الشمسیة ثلثمائة و

یہ عرفی سال ہے جو چاند کی بنا پر ہوتا ہے، رہا حقیقی سال تو وہ اس سے کچھ ساعتیں کم ہوتا ہے جیسا کہ اس کی تفصیل اپنے مقام پر کی گئی ہے **اقول** اسی طرح ہمیں شمسی سال تین سو پینسٹھ دن کا لینے کی ضرورت

---

[1] منۃ الجلیل رسالہ من رسائل ابن عابدین الرسالۃ الثامنۃ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۱۲

[2] الفتاوی البزازیۃ علی حاشیۃ فتاوی ہندیۃ التاسع عشر فی الفوائت نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۶۹

خمسة وستين يوما كما فعل فی احکام الجنائز قائلا ينبغی ان تحسب فدية الصلوٰة بالسنة الشمسية اخذا بالاحتياط من غير اعتبار ربع اليوم[1] اھ فان سنی العمر اذا حسبت بالقمريات علمنا قطعا ان الايام لا تزيد على ما نحسب والمقطوع به لا يحتاج الى الاحتياط فان قيل لعلهم اخذوا الزائد ليقع عما يؤدعنه من الصلوات التی عسٰی ان يكون الميت فرط فيها قلت قالوا بعد ذٰلك ثم يحسب سن الميت فيطرح منه اثنا عشرة سنة لمدة بلوغه ان كان الميت ذكرا وتسع سنين ان كانت انثى[2] الخ كما فی احکام الجنائز ايضا فاذا اتوا على جميع العمر فماذا عسٰی ان يكون شاذا يحتاط له۔

نہیں جیسا کہ احکام جنائز میں یہ کہتے ہوئے کیا گیا ہے کہ فدیہ نماز میں احتیاطاً شمسی سال کا اعتبار کرنا چاہئے ماسوائے دن کے چوتھائی حصّہ کے اھ کیونکہ جب عمر کے سالوں کا اعتبار چاند کے اعتبار سے ہے تو یقیناً دن ہمارے حساب سے زائد نہ ہوں گے اور یقینی بات میں احتیاط کی محتاجی نہیں ہوتی، اگر یہ کہا جائے کہ انھوں نے زائد دن اس لیے لیے ہیں شاید میّت نے بعض نمازوں میں کوتاہی کی ہو تو اس کا فدیہ ہوجائے قلت اس کے بعد فقہاء نے فرمایا ہے پھر میّت کی عمر شمار کی جائے اس سے بلوغ کی مدت بارہ سال خارج کردی جائے اگر وہ مذکر ہو، اور اگر مؤنث ہے تو نو سال خارج کی جائے الخ جیسا کہ احکام جنائز میں بھی ہے تو جب وہ ساری عمر کی بات کررہے ہیں تو اس سے خارج کوئی نہیں رہا جس کے لیے احتیاط کی ضرورت ہو۔ (ت)

تو یہی تین سو چپن کافی ہیں پس ایک سال کی نمازوں کے دو ہزار ایک سو تیس (۲۱۳۰) فدیے ہوئے، اور تیس فدیے یعنی فدیے رمضان المبارک کے ملا کر دو ہزار ایک سو ساٹھ ۲۱۶۰، انھیں ساٹھ میں ضرب دینے سے ایک لاکھ انتیس ہزار چھ سو (۱۲۹۶۰۰) ہوتے ہیں اتنی بار وارث وفقیر میں تصدق وہبہ کی اُلٹ پھیر ہونی چاہئے تو فدیہ ادا ہو، یہ صرف صوم وصلوٰۃ کا فدیہ ہوا اور ہنوز اور بہت فدیے وکفارے باقی ہیں مثلاً (۳) زکوٰۃ فرض کیجئے ہزار روپے زکوٰۃ کے اس پر مجتمع ہوگئے تھے اور نیم صاع کی قیمت دو آنے ہے تو آٹھ ہزار دور بہ نیت زکوٰۃ دینے لینے کو درکار ہیں (۴) قربانیاں، اگر فی قربانی ایک ہی روپیہ قیمت رکھئے تو ساٹھ قربانیوں کے لیے چار ہزار اسی دور ہوں۔ (۵) قسموں کے کفارے، ہر قسم کے لیے دس مسکین جدا جدا درکار ہیں ایک کو دس بار دینا کافی نہ ہوگا (۶) ہر سجدۂ تلاوت کے لیے بھی احتیاطاً ایک فدیہ مثل ایک نماز کے ادا کرنا چاہئے وان لم یجب علی الصحیح کما فی

[1] منحۃ الخالق بحوالہ احکام الجنائز حاشیۃ بحر الرائق باب قضاء الفوائت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۹۰
[2] // // // // // // // // // // // //

الّا ماس خانیۃ (اگرچہ صحیح قول کے مطابق واجب نہیں جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ت) (۷) صدقاتِ فطر اپنے اور اپنے اہل وعیال کے جس قدر ادا نہ ہوئے ہوں (۸) جتنے نوافل فاسد ہوئے اور ان کی قضا نہ کی (۹) جو جو منتیں مانیں اور ادا نہ کیں (۱۰) زمین کا عشر یا خراج جو ادا سے رہ گیا وغیرہ وغیرہ اشیائے کثیرہ

علی ما ذکر بعضها فی ردالمحتار وزاد کثیرا فی شفاء العلیل وفصل جلها فی منة الجلیل فراجعها ان اردت التفصیل وافاد فی الدرالمختار ضابطة کلیة ان ماکان عبادة بدنیة فان الوصی یطعم عنه بعد موته عن کل واجب کالفطرة والمالیة کالزکوة یخرج عنه القدر الواجب والمرکب کالحج یحج عنه رجلا من مال المیت بحر[1] اھ قلت وکلام البحر اجمع وانفع حیث قال الصلوٰة کالصوم، وتؤدی عن کل وتر نصف صاع وسائر حقوقه تعالٰی کذلک مالیا کان او بدنیا عبادة محضة اوفیه معنی المؤنة کصدقة الفطر او عکسه کالعشر اومؤنة محضة کالنفقات اوفیه معنی العقوبة کالکفارات[2] اھ (ملخصا)

ان میں سے بعض کا تذکرہ ردالمحتار میں ہے اس پر بہت سا اضافہ شفاء العلیل میں کیا اور منۃ الجلیل میں ان میں سے بڑی بڑی کی تفصیل ہے اگر تفصیل چاہتے ہو تو اس کی طرف رجوع کرو۔ درمختار میں یہ ضابطہ کلیہ بیان کیا جس کا حاصل یہ ہے ہر وہ عبادت جو بدنی ہو (جیسے نماز) تو وصی اس کے مرنے کے بعد میّت کی طرف سے ہر واجب کے عوض صدقۃ الفطر کی مقدار فدیہ دے اگر عبادت مالی ہو مثلاً زکوٰۃ تو وصی مقدارِ واجب میّت کی طرف سے ادا کرے اور اگر مالی و بدنی کا مرکب ہو جیسے حج تو کسی شخص کو بھیج کر میّت کے مال سے حج کرائے کذا فی البحر اھ قلت بحر کا کلام بہت جامع اور نافع ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ نماز، روزے کی طرح ہے، اور ہر وتر کے عوض نصف صاع ادا کیا جائے اور اللہ تعالٰی کے بقیہ حقوق کا معاملہ بھی اسی طرح ہے خواہ وہ مالی ہوں یا بدنی، عبادت محضہ ہوں یا اس میں ذمہ داری کا پہلو بھی ہو مثلاً صدقۃ الفطر یا اس کا عکس ہو مثلاً عشر یا اس میں محض ذمہ داری ہو مثلاً نفقات یا اس میں معنی عقوبت ہو مثلاً کفارات اھ (ملخصاً) (ت)

ان کے لیے کوئی حد معین نہیں کرسکتے اس قدر ہونا چاہئے کہ برأت ذمہ پر ظن حاصل ہو واللہ تعالٰی یقبل الحسنات ویقیل السیئات (اللہ تعالٰی حسنات کو قبول کرے اور برائیوں کو ختم کرے۔ ت)

---

[1] الدرالمختار کتاب الصوم فصل فی العوارض مجتبائی دہلی ۱/ ۱۵۳

[2] البحرالرائق فصل فی العوارض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۸۵

Dar-ul-Tehkik Arshadia

ان ہزاروں لاکھوں بار کے ہیر پھیر کی دقت دیکھئے اور اِس ہندی طریقہ کی سہولت کہ ایک ہی دفعہ میں اُس کے اور اس کی ساٹ پشت کے تمام انواع واقسام کے فدیے،کفارے ،مواخذے دو حرف کہنے میں معاً ادا ہوسکتے ہیں تو اوّل تا آخر تمام علمائے مذہب کا اس کلفت کے اختیار اور اس سہولت کے ترک پر اتفاق قرینہ واضحہ ہے کہ ان کے نزدیک اُس آسانی کی طرف راہ نہ تھی ورنہ اسے چھوڑ کر اس مشقت پر اطباق نہ ہوتا بالجملہ دین سے فدیہ ادا کرنے کی دو صورتیں ہیں :

ایک وہ کہ درمختار کتاب الوصایا عبارت مذکورہ سابقاً میں ذکر فرمائی کہ مدیون سے دین وصول کرکے بعد قبضہ پھر اسے فدیہ میں دے دے۔

دوسری وہ کہ درمختار کتاب الزکوٰۃ میں مذکور ہوئی کہ مال فدیہ میں دے کر آتے ہیں واپس کرے اگر مدیون نہ دینا چاہے ہاتھ بڑھا کر لے لے کہ اپنا عین حق لیتا ہے۔

حیث قال وحیلۃ الجواز ان یعطی مدیونہ الفقیر زکوتہ ثم یاخذھا عن دینہ ولو امتنع المدیون مدیدہ واخذھا لکونہ ظفر بجنس حقہ فان مانعہ رافعہ للقاضی[1]

اس کے الفاظ یہ ہیں مال موجود کی زکوٰۃ دین سے ادا کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ فقیر مقروض کو اپنی زکوٰۃ حوالہ کردے پھر اس سے دَین کے عوض زکوٰۃ کی رقم واپس لے لے ، اگر مقروض نہ دے تو اس کا ہاتھ پکڑ کر چھین لے کیونکہ یہ اسے اس کے حق کی جنس ملی ہے پھر اگر مدیون فقیر مزاحمت کرے تو اسکو قاضی کے پاس لے جائے کہ وہ اس سے دلوا دے گا۔ (ت)

اسی طرح ذخیرہ و ہندیہ واشباہ وغیرہا میں ہے باقی یہ صورت کہ جو دَین فقیر پر آتا تھا یا اب اس کے ہاتھ کچھ بیچ کر مدیون کرلیا یہ فدیہ میں چھوڑ دیا جائے اس کے جواز کا پتا کلمات علماء سے اصلاً نہیں چلتا بلکہ ظاہر عدم جواز مفہوم ہوتا ہے تو احتیاط اس میں ہے کہ جب تک مشائخ مذہب سے اُس کے جواز کے پتے کی تصریح نہ ملے ایسے امر پر اقدام نہ کیا جائے ھذا ما ظھرلی والعلم بالحق عند ربی (یہ مجھ پر ظاہر ہُوا ہے اور حق کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ ت)

فائدہ : علماء نے حتی الامکان تقلیل دور پر نظر فرمائی ہے ، علامہ شمس قہستانی نے تین صاع سے دَور فرض کیا کہ ہر بار میں ایک دن کامل کی نماز ادا ہو۔ احکام الجنائز میں چار ہزار بہتر درہم سے دَور رکھا کہ اُن اعصار وامصار کے حساب سے ہر دَور میں ایک سال کی نماز کا فدیہ ہو۔ ردالمحتار میں دَور یک سالہ

---

[1] الدرالمختار کتاب الزکوٰۃ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۰

ذکر کرکے کہا اس سے زیادہ قرض لے تو ہر بار میں زیادہ ساقط ہو۔

ویشمل کل ذلك وماسواہ مافی منة الجلیل ومما تعارفه الناس ونص علیه اھل المذھب ان الواجب اذا کثروا دار واصرة مشتملة علی نقود او غیرھا کجواھر وحلی او ساعة و بنوا الامر علی اعتبار القیمة[1] الخ

یہ تمام کو شامل ہے، اس کے علاوہ جو منۃ الجلیل میں ہے کہ جو لوگوں کے ہاں معروف ہے اسی پر اہلِ مذہب نے تصریح کی کہ جب واجب کثیر ہوں تو ایک تھیلی میں نقدی وغیرہ مثلاً جواہر، ہار، زیور ڈال کر دَور کریں تو فقہاء نے قیمت کا اعتبار کیا ہے الخ (ت)

یہ سب واضحات ہیں اور ہر فہیم بعد ادراک حساب حتی المقدور تخفیف دَور کرسکتا ہے یہاں تک کہ اگر ممکن ہو کہ جس قدر اموال تمام فدیوں کفاروں مظالیوں کی بابت محسوب ہوئے سب دفعۃً تھوڑی دیر کے لیے کسی سے قرض مل سکیں تو دَور کی حاجت ہی نہ رہے گی کہ کوئی شے اُتنے اموال کے عوض فقیر کے ہاتھ بیچے، اور اگر کفارۂ قسم بھی شامل ہے تو دس کے ہاتھ۔ پھر وُہ اموال قرضہ گرفتہ فدیہ میں دے کر شَے بائع کو ثمن میں لے لے اور حسبِ مقدرت فقراء کو کچھ دے کر اُن کا دل خوش کردے، ہنوز اس مسئلہ میں بہت تفاصیل باقی ہیں کہ بخیال طول ان کے ذکر سے عنان کشی ہُوئی۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۹) دینے والے کی نیت کافی ہے لفظ کی حاجت نہیں،

کما صرحوا به فی الزکوٰة وقال العلامة السید الحموی فی شرح الاشباہ والنظائر العبرة لنیة الدافع لا لعلم المدفوع الیه[2] اھ و فی ردالمحتار لا اعتبار للتسمیة[3] الخ و قد فصلناہ فی زکوٰة فتاوٰنا۔

جیسا کہ مسئلہ زکوٰۃ میں اس کی تصریح موجود ہے علامہ سید حموی نے شرح الاشباہ والنظائر میں فرمایا دینے والے کی نیت کا اعتبار ہے اسے معلوم ہونا ضروری نہیں جسے دی جارہی ہو اھ اور ردالمحتار میں ہے زبان سے نام لینے کا اعتبار نہیں الخ ہم نے اس کی پُوری تفصیل اپنے فتاوٰی کے کتاب الزکوٰۃ میں دی ہے۔ (ت)

مگر زبان سے بھی کہہ دینے کو علماء مناسب بتاتے ہیں یہاں تک کہ طریقہ ادا میں میّت کے باپ دادا تک کا نام لینا فرماتے ہیں کہ مسکین سے کہا جائے یہ مال تجھے فلاں بن فلاں کے اتنے روزوں یا اتنی

---

[1] منة الجلیل رسالہ من رسائل ابن عابدین الرسالۃ الثامنۃ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۲۱۲

[2] غمز العیون البصائر مع الاشباہ والنظائر کتاب الزکوٰۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۲۲۱

[3] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۱۱

نمازوں کے فدیہ میں دیا وہ کہے میں نے قبول کیا، شرح نقایہ علامہ قہستانی میں ہے:

ینبغی ان یقول الدافع للمسکین فی کل مرۃ ای ادفعك مال کذا الفدیۃ صوم کذا لفلان بن فلان المتوفی ویقول المسکین قبلتہ[1]

مسکین کو دینے والا ہر دفعہ کہے میں تجھے فلاں بن فلاں میت کی طرف سے فدیہ صوم کے طور پر مال دے رہا ہوں اور مسکین کہے میں نے اسے قبول کیا۔ (ت)

منحۃ الخالق وشرح ہدیہ ابن عماد واحکام الجنائز میں ہے:

یقول المسقط لواحد من الفقراء ھکذا افلان بن فلان ویذکر اسمہ ابیہ فاتتہ صلوات سنۃ ھذہ فدیتہا من مالہ نملکك ایاھا ویعلم ان المال المدفوع الیہ صار ملکًا لہ ثم یقول الفقیر ھکذا وانا قبلتہا وتملکتہا منك[2]

وارث فقراء میں سے کسی ایک کو یُوں کہے کہ یہ فلاں بن فلاں ہے، میت کا نام اس کے والد کا نام ذکر کرکے کہے اس کی سال کی نمازیں فوت ہوگئی تھیں ہم ان کے فدیہ کے طور پر اس مال کا تجھے مالک بنارہے ہیں اور وُہ مال فقیر کی ملک میں چلانا معلوم کرے، پھر فقیر یُوں کہے میں نے قبول کیا اور تجھ سے اسے اپنی ملک میں لیا۔ (ت)

پُر ظاہر کہ یہ سب اولویتیں ہیں جن پر توقف ادا نہیں،

کما علمت فلا نظر لما یوھمہ کلام الفاضل المعاصر فی منۃ الجلیل حیث قال ویدفع عن الجنایۃ علی الحرم والاحرام مما یوجب دما او صدقۃ نصف صاع او دون ذلك فلا بد من التعرض لاخراجہا بان یقال خذ ھذا عن جنایۃ علی حرم او احرام[3] اھ وانما الواجب التعرض فی النیۃ والقول یعم النفسی

جیسا کہ آپ جان چکے اس کی طرف توجہ نہ کی جائے جس کا وہم فاضل معاصر کے رسالہ منۃ الجلیل میں کلام سے پیدا ہورہا ہے انھوں نے کہا حرم اور احرام میں جس جنایت کی وجہ سے دم لازم آیا ہو یا نصف صاع صدقہ یا اس سے کم صدقہ لازم آیا ہو تو اس کے نکالتے وقت یہ کہنا ضروری ہے کہ یہ حرم یا احرام میں جنایت کا فدیہ ہے تو اسے وصول کر، کیونکہ تعرض نیت میں ضروری ہے اور قول کلام نفسی

---

[1] جامع الرموز فصل موجب الافساد مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۱۷۰-۲۷۰

[2] منحۃ الخالق حاشیہ بحر الرائق باب قضاء الفوائت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۹۰

[3] منۃ الجلیل رسالہ من رسائل ابن عابدین الرسالۃ الثامنۃ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۲۲۴

فافہم، واللہ تعالیٰ اعلم۔

کونسا حل ہوتا ہے، فافہم واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۱۰) متعدد فرق ہیں،

(۱) شیخ فانی اپنی حیات میں روزہ کا فدیہ دے گا اور وُہ کافی ہوگا۔ اگر زندگی میں عجز زائل ہو کر قوت نہ آجائے مگر نماز کا فدیہ نہیں دے سکتا کہ اس سے عجز مستمر متحقق نہیں ہوتا مگر دمِ واپسیں کھڑے ہو کر نہ ہوسکے بیٹھ کر پڑھے، بیٹھ کر نہ ہوسکے لیٹ کر اشارہ سے پڑھے۔

(۲) شیخ فانی پر روزہ کا فدیہ حیات میں دینا واجب ہے اگر قادر ہو، بعد مرگ وجوب نہیں جب تک اپنے مال میں وصیت نہ کرے۔

(۳) شیخ فانی کہ زندگی میں روزہ کا فدیہ دے اس کے کافی ہونے پر یقین کیا جائیگا کہ اس میں صراحۃً نص وارد، یونہی اگر فدیۂ روزہ کی وصیت کرے اور فدیۂ روزہ بے وصیت اور فدیۂ نماز بوصیت میں شبہ ہے اور فدیہ نماز بے وصیت میں شبہ اقوی، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

(۴) زندگی میں فدیہ صوم شیخ فانی پر اس کے کل مال میں ہے اور بعد مرگ بے وصیت بے اجازتِ ورثہ ثلث سے زائد میں نافذ نہ ہوگی۔

في تنوير الابصار والدر المختار لومات وعليه صلوات فائتة واوصی بالكفارة يعطی لكل صلٰوة كالفطرة وكذا الوتر والصوم وانما يعطی من ثلث ماله ولوفدی عن صلٰوته في مرضه لايصح بخلاف الصوم[1] اھ ملخصا، وفي ردالمحتار اذا اوصی بفدية الصوم يحكم بالجواز قطعا، واذا لم يوص فتطوع بها الوارث فقال محمد في الزيادات يجزيه

تنویر الابصار اور درمختار میں ہے اگر کوئی فوت ہوا اور اس کی نمازیں رہ گئی تھیں اور اس نے کفارہ کی وصیت کی تو ہر نماز کے عوض صدقہ فطر کے برابر فدیہ دیا جائے۔ اسی طرح وتر اور روزے کا حکم ہے، باقی یہ فدیہ صرف اس کے تہائی مال سے ادا کیا جائیگا اگر کسی نے اپنی نماز کا فدیہ مرضِ موت میں دیا تو صحیح نہیں بخلاف روزہ کے کہ اس کا فدیہ مرضِ موت میں دینا جائز ہے، ردالمحتار میں ہے جب کسی نے فدیۂ صوم کی وصیت کی تو قطعاً جواز کا حکم دیا جائے، اور اگر اس نے وصیت نہ کی مگر وارث نے بطور نفل فدیۂ ادا کر دیا تو امام محمد نے زیادات میں فرمایا اگر

---

[1] درمختار باب قضاء الفوائت مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۱

ان شاء اللہ تعالٰی وکذا علقہ بالمشیئۃ فیما اذا اوصی بفدیۃ الصلوٰۃ فاذا لم یوص فالشبھۃ اقوی[۱] وفی التنویر والدر وفدی لزوما عنہ المیت ولیہ بوصیۃ وان تبرع ولیہ جاز ان شاء اللہ تعالٰی وللشیخ الفانی یفدی وجوبا لو موسرا ومتی قدر قضی لان استمرار العجز شرط الخلیفۃ[۲] اھ (ملخصا بالالتقاط) وفی صوم البحر الرائق وقید بالوصیۃ لانہ لو لم یأمر لایلزم الورثۃ شیئ کالزکوٰۃ[۳]

اللہ تعالٰی نے چاہا تو یہ فدیہ کفایت کر جائے گا، اسی طرح انھوں نے اسے مشیتِ باری تعالٰی سے معلق فرمایا، جب کسی نے نماز کے فدیہ کی وصیت کی تو جب اس نے وصی نہ کی ہو تو شبہ بہت قوی ہوگا نیز تنویر اور در میں ہے وصیت کی بنا پر وارث کو میّت کی طرف سے فدیہ دینا لازم ہے اور اگر وارث نے بطور احسان فدیہ دے دیا تب بھی ان شاء اللہ یہ فدیہ دینا جائز ہے، اور شیخ فانی اگر امیر ہو تو اس پر فدیہ دینا لازم ہے اور اگر روزہ رکھنے پر قادر ہو گیا تو قضا کرے کیونکہ دوام عجز کا شرط ہے یعنی فدیہ کے روزے کا خلیفہ ہونے کے لیے دوام عجز شرط ہے یہ تمام عبارتیں اختصاراً ذکر کی گئی ہیں۔ بحرالرائق کے باب الصوم میں ہے وصیّت کے ساتھ مقید اس لیے کیا کہ اگر میت وصیت نہ کرے تو ورثاء پر کوئی شے لازم نہ ہوگی، جیسا کہ زکوٰۃ کا معاملہ ہے۔ (ت)

ان کے سوا اور فرق ہیں کہ مطالعہ بحرالرائق وغیرہ سے ظاہر مگر مقدار فدیہ وغیرہ جس قدر احکام تو مسائل سابقہ میں مذکور ہوئے اُن میں فدیۂ حیات و ممات یکساں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۱۱) نہ۔ کنز میں ہے للشیخ الفانی ھو یفدی[۴] (شیخ فانی فدیہ ادا کرے۔ ت) فقط غیر فانی پر قضا فرض ہے پیش از قضا قضا آجائے تو فدیہ کی وصیت واجب، کما فی رد المحتار وغیرہ من الاسفار (جیسا کہ ردالمحتار اور دیگر کتب میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۱۲) نہ۔ فی البحر الرائق الولی لایصوم عنہ ولا یصلی لحدیث النسائی لا یصوم

بحرالرائق میں ہے ولی میت کی طرف سے نہ روزہ رکھے نہ نماز پڑھے کیونکہ حدیث نسائی میں ہے کوئی

ع: ای فی سننہ الکبری عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما (م)

[۱] ردالمحتار	باب قضاء الفوائت	مصطفی البابی مصر	۱/۴۱۵
[۲] درمختار	باب ما یفسد الصوم	مجتبائی دہلی	۱/۱۵۳
[۳] البحرالرائق	فصل فی العوارض	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۲/۲۸۴
[۴] کنز الدقائق	″ ″	″ ″	ص ۷۰

احد عن احد ولا یصلی احد عن احد[1] اھ شخص کسی کی طرف سے نہ روزہ رکھے اور نہ نماز پڑھے اھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۴۴۲: از شہر کہنہ بریلی مسئولہ محمد شفیع علی خاں مرحوم ۲۴ شعبان ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی عمر ۵۰ سال کی ہے اور بوجہ کمزوری کے برداشت اور طاقت روزہ رکھنے کی نہ ہو ایسی صورت میں اس کو کیا کرنا چاہئے اور کفارہ روزوں کا کس طرح ہو اور کفارہ ہر روز دیا جائے۔ بینوا توجروا

الجواب

طاقت نہ ہونا ایک تو واقعی ہوتا ہے اور ایک کم ہمتی سے ہوتا ہے کم ہمتی کا کچھ اعتبار نہیں، اکثر اوقات شیطان دل میں ڈالتا ہے کہ ہم سے یہ کام ہرگز نہ ہو سکے اور کریں گے تو مرجائیں گے' بیمار پڑجائیں گے، پھر جب خدا پر بھروسہ کرکے کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ادا کرادیتا ہے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچتا، معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیطان کا دھوکا تھا، ۵۰ برس عمر میں بہت لوگ روزے رکھتے ہیں، ہاں ایسے کمزور بھی ہو سکتے ہیں کہ ستر ہی برس کی عمر میں نہ رکھ سکیں تو شیطان کے وسوسوں سے بچ کر خوب صحیح طور پر جانچ چاہئے، ایک بات تو یہ ہوئی، دوسری یہ کہ ان میں بعض کو گرمیوں میں روزہ کی طاقت واقعی نہیں ہوتی مگر جاڑوں میں رکھ سکتے ہیں یہ بھی کفارہ نہیں دے سکتے بلکہ گرمیوں میں قضا کرکے جاڑوں میں روزے رکھنا ان پر فرض ہے، تیسری بات یہ ہے کہ ان میں بعض لگاتار مہینہ بھر کے روزے نہیں رکھ سکتے" مگر ایک دو دن بیچ کرکے رکھ سکتے ہیں تو جتنے رکھ سکیں اُتنے رکھنا فرض ہے جتنے قضا ہوجائیں جاڑوں میں رکھ لیں، چوتھی بات یہ ہے کہ جس جوان یا بوڑھے کو کسی بیماری کے سبب ایسا ضعف ہو کہ روزہ نہیں رکھ سکتے انھیں بھی کفارہ دینے کی اجازت نہیں بلکہ بیماری جانے کا انتظار کریں، اگر قبل شفا موت آجائے تو اس وقت کفارہ کی وصیت کردیں، غرض یہ ہے کہ کفارہ اس وقت ہے کہ روزہ نہ گرمی میں رکھ سکیں نہ جاڑے میں، نہ لگاتار نہ متفرق، اور جس عذر کے سبب طاقت نہ ہو اُس عذر کے جانے کی امید نہ ہو' جیسے وہ بوڑھا کہ بڑھاپے نے اُسے ایسا ضعیف کردیا کہ گنڈے دار روزے متفرق کرکے جاڑے میں بھی نہیں رکھ سکتا تو بڑھاپا تو جانے کی چیز نہیں ایسے شخص کو کفارہ کا حکم ہے، ہر روزے کے بدلے پونے دو سیر گیہوں اٹھنی بھر اوپر بریلی کی تول سے، یا ساڑھے تین سیر جَو ایک روپیہ بھر اوپر۔ واللہ تعالیٰ اعلم، اسے کفارہ کا اختیار ہے کہ روز کا روز دے دے یا مہینہ بھر کا پہلے ہی ادا کردے یا ختم ماہ کے بعد کئی فقیروں کو دے یا سب ایک ہی فقیر کو دے سب جائز ہے۔

---

[1] البحرالرائق فصل فی العوارض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۸۵

مسئلہ ۲۴۹ ازمدرسہ اہلسنت وجماعت بریلی مسئولہ مولوی اشرف علی صاحب طالبعلم ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ
ایک شخص نے انتقال کیا اور اس کے ذمہ کچھ روزہ فرض اور کچھ وقتوں کی نماز رہ گئی اب اس کی نماز روزہ کا فدیہ ادا کرنا چاہتے ہیں تو اس فدیہ کا کون مستحق ہے، کس قسم کے لوگوں کو دیا جائے؟ بینوا توجروا

الجواب

اس کے وہی مستحق ہیں جو زکوٰۃ کے مستحق ہیں، فقیر محتاج مسلمان کہ نہ ہاشمی ہو، نہ اس کی اولاد، نہ یہ اُن کی اولاد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵۰ از مارہرہ شریف ضلع ایٹہ سرکار کلاں مرسلہ حضرت سید محمد میاں صاحب دامت برکاتہم ۷ شعبان ۱۳۳۱ھ
فدیہ صوم جو شخص فانی کے لیے ہو اس کی مقدار بحساب انگریزی اسی تولہ کے سیر سے کیا ہے اُس سے مطلع فرمایا جاؤں فتاوٰی رضویہ میں فتوی بارق النور میں ایک صاع کی مقدار آٹھ رطل اور ہر رطل کی مقدار ۳۶ روپے بھر ہے اس حساب سے ایک صاع دو سو اٹھاسی روپیہ بھر ہوا مگر اس میں ایک سو اٹھاسی بھر لکھا ہے شاید غلطی سے لکھ گیا ہو مجھے خیال پڑتا ہے کہ سال گزشتہ کے اشتہار افطار و سحر میں صدقہ فطر کی مقدار سوا دو سیر اور ایک اٹھنی انگریزی بھر لکھی ہوئی تھی یہ اس فتاوٰی کے مقدار صاع سے جو دو سو اٹھاسی ہو یا ایک سو اٹھاسی ہو بہر حال مختلف رہتی ہے میں صرف بحساب اسی تولہ سیر کے مقدار صدقہ فطر و فدیہ دریافت کرنا چاہتا ہوں فقط۔

الجواب

صاع وہی دو سو ستر تولے ہے جس کا سکہ رائجہ ہند سے دو سو اٹھاسی روپے بھر وزن ہوا کہ یہ روپیہ سوا گیارہ ماشے ہے مگر احسن و احوط یہ ہے کہ گیہوں کا صدقہ جو کی صاع سے ادا کیا جائے یعنی جس پیمانہ میں ایک سو چوالیس روپے بھر جو آئیں اُس بھر گیہوں دئے جائیں ظاہر ہے کہ گیہوں وزن میں زیادہ آئیں گے جو سے بھاری ہیں فقیر نے صاع شعیری حاصل کیا اور اس میں گیہوں بلاتکویم و تقعیر بھر کر تولے تو پورے تین سو اکاون روپے بھر ہوئے تو صدقہ فطر فدیہ صوم وغیرہا میں نیم صاع گندم کے اٹھنی اوپر پونے دو سو روپے بھر گیہوں دینا احوط ہے جس کے بریلی کے سیر سے اٹھنی بھر اوپر پونے دو سیر ہوئے اور اسی روپے بھر کے سیر سے اٹھنی بھر اور تین چھٹانک دو سیر ہوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۵۱ از گونڈہ محلہ نبی گنج مکان مولوی نوازش احمد مسئولہ حافظ محمد اسحٰق ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ
شیخ فانی کی تعریف کیا ہے اور اس کی عمر کی کچھ تعداد بھی معین ہے یا نہیں، احکام شرعیہ مثل نماز روزہ، وضو و غسل کے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

شیخ فانی کی عمر اسّی یا نوّے سال لکھی ہے اور حقیقۃً بنائے حکم اس کی حالت پر ہے اگر سو برس کا بوڑھا روزہ پر قادر ہے شیخ فانی نہیں اور اگر وہ ستر برس میں بوجہ ضعف بینہ بڑھاپے سے ایسا زار و نزار ہو جائے کہ روزہ کی طاقت نہ رہے تو شیخ فانی ہے۔ غرض شیخ فانی وہ ہے جسے بڑھاپے نے ایسا ضعیف کر دیا ہو، اور جب اُس ضعف کی علت بڑھاپا ہو گا تو اُس کے زوال کی اُمید نہیں اُسے روزے کے عوض فدیہ کا حکم ہے باقی نماز و طہارت کے بارہ میں پیر و جوان سب کا ایک حکم ہے، جو جس وقت جس حالت میں جتنی بات سے معذور ہو گا بقدر ضرورت تا وقتِ ضرورت اُسے تخفیف دی جائے گی قال تعالٰی لا یکلف اللّٰہ نفسا الا وسعھا[1] (اللہ تعالٰی کا مبارک فرمان ہے اللہ ہر کسی کو اس کی طاقت کے مطابق ہی حکم دیتا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن ۲/۲۸۶